سوال

(288) اپنی زندگی میں ہی جائیداد تقسیم کرنا

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بدوملہی سے چوہدری بشیر احمد ملہی لکھتے ہیں کہ ایک آدمی صاحب جائیداد ہے اس کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے خود میاں بیوی بھی موجود ہیں وہ اپنی غیر منقولہ (زرعی رقبہ) جائیداد زندگی میں تقسیم کرنا چاہتا ہے اس کی وضاحت کریں کہ کتنا حصہ کس کو ملے گا نیز ایک باپ اپنی اولاد کی لاپروائی اور آوارگی سے تنگ آکر روپوش ہوجائے تو کیا وہ عنداللہ مجرم ہوگا جبکہ اپنے بچوں اور بیوی کو بار بار وارننگ دے چکا ہو۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

زندگی میں کسی کو اجازت نہیں کہ وہ ضابطہ میراث کے مطابق اپنی جائیداد تقسیم کرے کیونکہ وراثت اس حق کو کہا جاتا ہے جو غیر اختیاری طور پر بلا عوض دوسروں کو منتقل ہوجائے جب کہ زندگی میں تقسیم کرنے والا اپنے اختیار سے تقسیم کرتا ہے نیز وراثت کے حقدار ہوتے ہیں جو مورث کی وفات کے وقت زندہ موجود ہوں زندگی میں تقسیم کرنے کی صورت میں یہ اندیشہ بدستور قائم رہتا ہے کہ وراثت کا حق کسی ایسے شخص کو بھی مل جائے جو اس کی زندگی میں فوت ہوگیا ہو لہٰذا ضابطہ میراث کے مطابق اپنی جائیداد تقسیم کرنا شرعاً درست نہیں ہے ہاں وصیت کی جاسکتی ہے جو تیسرے حصے سے زائد نہ ہو اور نہ ہی ایسے رشتہ دار کے لیے ہو جس کو وراثت سے حصہ ملنا ہے اسی طرح بطور عطیہ بھی اپنی جائیداد اولاد کو دی جاسکتی ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ نرینہ مادینہ اولاد کا لحاظ کیے بغیر برابر برابر عطیہ دیا جائے یعنی لڑکوں اور لڑکیوں میں مساوات کی جائے اس عطیہ کے پس منظر میں کسی کو جائیداد سے محروم کرنے کے جذبات بھی نہ ہوں کسی حیلے بہانے سے اپنی جائیداد سے محروم کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ سوال کے دوسرے حصہ کا جواب یہ ہے کہ اپنے اہل خانہ کی لاپروائی سے تنگ آکر روپوش ہوجانا بھی جائز نہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ وہ مؤمن جو لوگوں سے میل ملاپ رکھتا ہے اور ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے اس مؤمن سے کہیں بہتر ہے جو لوگوں سے میل ملاپ نہیں رکھتا اور نہ ہی ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے۔ (مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: 5/365)

والد کو چاہیے کہ وہ اپنے اہل خانہ میں رہتے ہوئے انہیں وعظ و نصیحت کرتا رہے اور انہیں بے لگام نہ چھوڑے اس کے روپوش ہوجانے سے ان کی آوارگی میں اضافہ ہوگا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے: "اپنے اہل خانہ کے متعلق کہتے رہو اور اس پر ہمیشگی کرو۔ (20/طہ: 132)

اگر گھر میں رہتے ہوئے خود اپنے ایمان کو خطرہ ہے یا اس کے بگڑنے کا اندیشہ ہے تو علیحدگی اختیار کی جاسکتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: "ایک وقت ایسا آئے گا کہ مسلمان کا بہترین مال اس کی بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے مقامات کی طرف نکل جائے گا اور فتنوں سے راہ فرار اختیار کرکے اپنے دین کو بچا لے گا۔ (صحیح بخاری: کتاب الایمان 19)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے : "گوشہ نشینی اختیار کرنے میں بری سوسائٹی سے آرام مل جاتا ہے ۔ (صحیح بخاری : کتاب الرقاق)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اپنے دین کو بچانے کے لیے علیحدگی اختیار کرنا اچھا عمل ہے اس کے باوجود اگر انسان میں فتنوں کا مقابلہ کرنے کی علمی عملی اور اخلاقی ہمت ہے تو معاشرہ میں رہتے ہوئے ان کی روک تھام میں کوشاں رہنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے فتن دور میں پہلے مکہ مکرمہ میں اس کے بعد مدینہ منورہ میں اقامت اختیار فرمائی لیکن اہل خانہ کو چھوڑ کر روپوش ہو جانا ایک ایسی پسپائی ہے جو ایک مردانگی کے خلاف اور اس کی جرات و ہمت کے منافی اقدام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے تنگ آکر گھر چھوڑا لیکن جب والد نے جان سے مار دینے کی دھمکی دی اور گھر سے نکل جانے کو کہا تو پھر اپنے گھر کو خیر باد کہا اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور بیٹا نافرمان تھے جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے لیکن حضرت نوح علیہ السلام ان سے آکر روپوش نہیں ہوئے ان حقائق کی روشنی میں ہم گھر کے سرپرست سے گزارش کریں گے وہ ان سے تنگ آکر روپوش ہونے کی بجائے انہیں وعظ و نصیحت کرتا رہے اور ان سے علیحدگی اختیار کر کے ان کی مذید آوارگی کا باعث نہ بنے (واللہ اعلم بالصواب)

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاوی اصحاب الحدیث

جلد:1 صفحہ:311